DAILY EXPRESS
روزنامہ ایکسپریس



کون کون بنا کروڑ پتی

ابھی کل کی بات ہے یعنی چند برس پہلے کی کہ یہ بات ہمارے اس دوست کی یاد میں ہے جو چلا تو گیا مگر دل سے دور نہیں گیا۔ اس کی ہر بات کل کی بات ہی دکھائی دیتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنے جانے والے دوستوں کے بارے میں فارسی کا ایک شعر نقل کیا کرتے تھے کہ آپ میری نظروں سے تو دور ہو گئے لیکن آپ کو اپنے سامنے زندہ دیکھ رہا ہوں اور دعا بھیجتا ہوں۔ خالد بھی ہمارے لئے زندہ ہے یوں تو وہ انگریزی زبان کا کالم نگار تھا مگر اس کے باوجود اس میں اپنے شہر سیالکوٹ کے اقبال اور قریب کے قصبے والے فیض کی مشرقیت بھری ہوئی تھی۔ فیض صاحب لندن جاتے تو اسے اپنی آمد کی پیشگی خبر کر دیتے اور پھر وہ فیض کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہتا۔ میں پرانے کاغذ دیکھ رہا تھا تو مجھے ایک تصویر ملی جو خالد نے امریکہ سے بجھوائی تھی وہ آخری عمر میں امریکہ منتقل ہو گیا تھا، یہ اس کی بھٹو صاحب کی پریس سیکرٹری شپ کے زمانے میں تہران ایئر پورٹ کی تصویر تھی۔ میں اور خالد ایئر پورٹ پر چل رہے تھے، دونوں زبردست نوجوان تھے۔ خالد نے ہمارے بالوں اور دمکتے چہروں والی اس تصویر کے اوپر لکھا "وہ دن ہوا ہوئے" بہر حال میں بات یہ کرنے والا تھا کہ چند برس پہلے خالد آخری بار لاہور آیا تو یہ نعرہ لگاتے ہوئے کہ میں لکھ پتی کالم نویسوں کو دیکھنے آیا ہوں۔ میں نے ایک سو روپے سے اور بعد میں خالد نے چند ہزار روپوں کی تنخواہ سے نوکری شروع کی تھی مگر اب جب ایکسپریس لاہور آیا تو کئی کالم نویس لکھ پتی بن گئے تھے جو خالد کے لئے ایک بہت بڑی خبر تھی مگر آج وہ زندہ ہوتا تو میں اسے اپنے لاکھوں روپوں میں سے اپنے خرچ پر لاہور بلواتا اور اسے دکھاتا کہ کئی کالم نویس جو ضمنی طور پر ٹی وی کے اینکر پرسن بھی کہلواتے ہیں کروڑ پتی بن چکے ہیں مگر یہ تماشا دیکھنا ہماری قسمت میں نہ تھا۔

پاکستان میں ایک عجوبہ ظہور پذیر ہوا ہے۔ کسی حاتم طائی کا خزانہ جب پاکستان سے گزرنے لگا تو قافلے کے کسی مال بردار اونٹ سے دو چار بوریاں یہاں بھی گر گئیں۔ کچھ ذہین اور دانشمند حکمرانوں نے اس دولت کا ایک مصرف فوراً تلاش کر لیا۔ پہلے تو انہوں نے بھوکے سیاستدانوں کا پیٹ بھرا۔ ہمارے ہاں اور دنیا بھر میں سیاسی جماعتیں چندوں پر چلتی ہیں مگر ان چندوں کا حساب رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ قوم کی امانت ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں کسی نے مجلس احرار کے جلسے میں چندے کی اپیل پر یہ پوچھا کہ پچھلا چندہ کہاں گیا تو سٹیج سے احرار لیڈر شیخ حسام الدین نے جواب دیا کہ جو حساب مانگے وہ چندہ نہ دے۔ سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ سیاست نویسوں کی باری بھی آئی اور اب اللہ ہی جانتا ہے کہ ان میں سے کس نے کیا اور کتنا لیا۔ یہ معلوم ہے کہ خزانے کا منہ کھلا تھا۔ دستر خوان بچھا ہوا تھا، اس میں سے کس کو کیا ملا، یہ اس کی ہمت کی بات تھی یا دینے والے کی صوابدید بہر حال خالی ہاتھ کوئی بھی نہیں گیا۔ کل شاہ صاحب قبلہ نے یاد فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ جی چاہتا ہے داد دوں اور شکریہ ادا کروں، اس شخص کا جس نے بڑے خوبصورت نقاب پوشوں کو بے نقاب کیا اور قوم کو بتایا کہ دیکھو کون کیا ہے لیکن ڈرتا ہوں کہ لوگوں کو یاد آ گیا تو وہ کہیں گے کہ ڈالو اس کا نام بھی بڑا بنتا پھرتا ہے، پھر تردید کرتا پھرے، کون مانے گا۔ بے اعتمادی کے اس دور میں ایسا عام ہوتا ہے کہ الزام لگ جاتا ہے مگر پھر دھلتا نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ چپ رہو، سب کچھ خود بخود کھل جائے گا مگر کون عرض کرے کہ اب تک کوئی ایسا پوڈر ایجاد نہیں ہوا جو اس داغ کو دھو دے، اب تو داغوں کو بھی اچھا کہا جاتا ہے۔ بہر حال بات مرحوم دوست خالد حسن سے شروع ہوئی تھی کہ ہمارا یہ خوشگوار اور طرحدار دوست کروڑ پتی دوستوں کے دیدار سے محروم رہا۔